بیادگار شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

خط و کتابت و ترسیل کا پتہ

مدرسہ احیاء السنہ و خانقاہِ اشرفیہ اختریہ مقیمیہ

فاروقہ پوسٹ کوڈ ۴۰۱۰۴ ضلع سرگودھا 0301/0335-6750208

ehyaussunnah@gmail.com | www.ehyaussunnah.blogspot.com

خصوصی شمارہ ''سیرت نمبر'' سے مجلّہ کا اِجرا

مُدِیر کے قلم سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دُعاؤں سے مجلّہ ''التربیت'' کا سلسلہ گزشتہ سال شروع ہوا تھا، جسے ہر حلقہ اور طبقہ میں بہت پسند کیا گیا' بہت سے احباب نے اس پر اظہار بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے، چُناں چہ یہ مجلّہ اپنے اِبتدائی چند شماروں کے بعد کچھ ناگزیرؤجوہات کی بنا پر تعطّل کا شکار ہوگیا' جو اَحباب وقارئین پر بھی بہت گراں گزرا، لیکن ع

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

اور بقول حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

حاکمِ احساس ما و عزمِ ما

اے تُو سلطاں رزمِ ما و بزمِ ما

''آپ ہی ہمارے عزم و اِحساس کے حاکم ہیں' اور آپ ہی ہمارے میدانِ جنگ اور محافلِ رنگ (محافلِ احباب) کے سلطان ہیں، یعنی ہم آپ ہی کی مرضی اور قانون کے تابع ہیں''۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی! اب یہ مجلّہ دوبارہ سے شروع ہوگیا ہے' اس کا آغاز ماہِ مقدس ربیع الاوّل کی مناسبت سے ''سیرت نمبر'' کے خصوصی شمارہ سے کیا جارہا ہے۔ اگرچہ اس خصوصی شمارہ کے صفحات کم ہیں، مگر اِس میں اُس عظیم ہستی کا تذکرۂ مبارک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ''جوامع الکلم'' عطا فرمائے تھے یعنی سیّد الاوّلین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین محبوبِ ربّ العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس لیے ببرکتِ خصوصیتِ مصطفٰی وُسعت اور جامعیت محسوس ہوگی، اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ الۡعَزِیۡز۔ تمام احباب وقارئین سے التماس ہے کہ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو جاری وساری رکھے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ مُعاشرت

از اِفادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

جامع المجدّ دین حضرت تھانوی قدس سرّہٗ (م ۱۳۶۲ھ) کی سیرت کے موضوع پر تصنیفِ لطیف ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم'' محتاجِ تعارف نہیں ہے، زیرِ نظر مضمون اسی سے ماخوذ ہے، جو قارئین کی خدمت میں ضروری پیرا گراف، عنوانات وترقیم اور حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معنیٰ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والدِ ماجد سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا، اُنھوں نے فرمایا کہ آپ کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (طعام ومنام وغیرہ) کے لیے تشریف لے جانا' آپ اس باب میں (مِن جانب اللہ) ماذون (۱) تھے۔

گھریلو اَوقات کا تین حصوں پر منقسم ہونا:

سو آپ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے:

❶ ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے، اور

❷ ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق اَدا کرنے) کے لیے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا)، اور

❸ ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لیے۔

پھر اَپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان میں تقسیم فرمادیتے (یعنی اس میں سے بھی بہت سا وقت اُمت کے کام میں صَرف فرماتے) اور اِس حصہٗ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگادیتے (یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آسکتے تھے، مگر خواص حاضر ہوتے اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے، اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہوجاتے)' اور لوگوں سے کسی چیز کا اِخفا نہ فرماتے (یعنی نہ احکامِ دینیہ کا' اور نہ متاعِ دُنیوی کا، بلکہ ہر طرح کا نفع بِلا

(۱) اجازت دیا گیا۔

دریغ پہنچاتے)۔

اپنے حصۂ وقت میں بذریعۂ خواص فیضِ عام:

اوراس حصۂ اُمت میں آپ کا طرز یہ تھا کہ اہلِ فضل (یعنی اہلِ علم وعمل) کوآپ اس اَمر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ اِن کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے' اور اِس وقت کو اِن لوگوں پر بقدر ان کے فضیلتِ دینیہ کے تقسیم فرماتے۔ سوان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی، کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں، کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں، سوان کی حاجت میں مشغول ہوتے اوران کو ایسے شغل میں لگاتے' جس میں ان کی اور بقیہ اُمت کی اصلاح ہو؛ وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ سے پوچھتے اوران کے مناسب حال اُمور کی ان کو اطلاع دیتے، اور آپ یہ فرماتے کہ جوتم میں حاضر ہے' وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے، اور (یہ بھی فرماتے کہ) جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً: پردہ یا ضعف یا بُعد و غیر ذٰلك) نہ پہنچا سکے' تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ کیوں کہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پُل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انھی باتوں کا ذکر ہوتا تھا' اوراس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (مطلب یہ کہ لوگوں کے حوائج ومنافع کے سوا دوسری لایعنی یا مُضِر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے)۔

اورسفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ کے پاس طالب ہوکر آتے' اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ علاوہ نفع علمی کے' کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے)، اور ہادی یعنی فقیہ ہوکر آپ کے پاس سے باہر نکلتے۔

گھر سے باہر تشریف رکھنے کے وقت میں آپ کا معمول وطرز:

امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے (اپنے والد سے) عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان کیجیے کہ اس وقت میں کیا کیا کرتے تھے؟

اُنھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے، اور

لوگوں کی تالیفِ قلب [۱] فرماتے تھے، اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے، اور ہر قوم کے آبرودار [۲] آدمی کی آبرو [۳] کرتے تھے' اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے، اور لوگوں کو (اُمورِ مضرہ [۴] سے) حذَر [۵] رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے' اور ان (کے شر) سے اپنا بھی بچاؤ رکھتے تھے، مگر کسی شخص سے کُشادہ رُوئی اور خوش رُوئی [۶] میں کمی نہ کرتے تھے۔

اپنے ملنے والوں کی حالت کا اِستفسار [۷] رکھتے تھے، اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے' آپ ان کو پوچھتے رہتے (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مُفسِدوں کا اِنسداد ہوسکے)، اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب [۸] اور بُری بات کی تقبیح اور تحقیر [۹] فرماتے، آپ کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا' اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی (کہ کبھی کسی طرح کرلیا، کبھی کسی طرح کرلیا۔ لوگوں کی تعلیم مصلحت سے) غفلت نہ فرماتے بوجہ اس اِحتمال کے کہ (اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے' تو بعضے تو خود دِین سے) غافل ہوجاویں گے' یا (بعضے اُمورِ دین میں اعتدال سے زیادہ مشغول ہوکر دین سے) اُکتا جاویں گے؛ ہر حالت کا آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ حق سے کبھی کوتاہی نہ کرتے' اور ناحق کی طرف کبھی تجاوُز [۱۰] کرکے نہ جاتے۔

لوگوں میں سے آپ کے مقرب بہترین لوگ ہوتے، سب میں افضل آپ کے نزدیک وہ شخص ہوتا' جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا، اور سب سے بڑا رُتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غم خواری واِعانت بخوبی کرتا [۱۱]۔ (از: نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم، فصل اکیسویں، وصل دوم)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

(۱): دِل جوئی۔ (۲): باعزت۔ (۳): عزت و اِکرام۔ (۴): نقصان دہ باتوں سے۔ (۵): احتیاط۔ (۶): خوش اخلاقی وخوش مزاجی۔ (۷): پوچھ گچھ۔ (۸) تعریف اور تائید۔ (۹): یعنی بُرائی کا بُرا ہونا بیان فرماتے۔ (۱۰): یعنی حدِّ اعتدال سے باہر نہ جاتے۔

(۱۱): أنظر: الشمائل المحمديه للترمذي: ۱۹۲، ۱۹۳، باب ما جآء في تواضع رسول الله ﷺ، ط: داراحياء التراث بيروت. شعب الايمان للبيهقي: ۲۴/۳ (۱۳۶۲)، ط: مكتبة الرشد الرياض. وغيرهما.

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نام ہے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

از افادات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عشقِ الٰہی اور عشقِ رسالت کا معتبر راستہ:

حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق وہی معتبر ہے، جو سُنّت کے راستے سے حاصل ہو، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر، مثلاً: طبلہ، سارنگی اور گانے بجانے سے تڑپ اور عشق پیدا ہو، تو یہ عشق معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان فرما دیں:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ.

(آل عمران: ۳۱)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اتباع کرو، **یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ** تو اللہ تمھیں پیار کرے گا۔ جس کا ترجمہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروادیا کہ اگر تم اللہ کا پیارا بننا چاہتے ہو، تو میرا چلن چلو، ہمارا پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پیارا ہے کہ جو اس کی چلن چلتے ہیں، ان پر بھی ہم کو پیار آتا ہے، ہم ان کو بھی اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔

آپ دُنیاوی محبت میں دیکھیے کہ کسی کا ایک بیٹا ہو اور اس بیٹے کی طرح محلّہ کا کوئی لڑکا چل رہا ہو، تو بابا کو اس پر بھی پیار آتا ہے، کہ دیکھو! یہ میرے بیٹے کی طرح چلتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اتنے پیارے ہیں کہ جو بھی ان کی چلن چلتا ہے، اللہ کے ہاں محبوب ہو جاتا ہے۔

آج ہمارا کیا حال ہے کہ آپ کی سُنّت کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے، اور جن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا پروانہ مل گیا کہ صحابہ سے اللہ راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، تو ان کا راستہ کتنا مستند ہے، اور اسی سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے طریقہ کو چھوڑ کر عشق کا دعویٰ غیر معتبر ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

صحابہ جس راستے سے گزرے ہیں، وہی راستہ مستند ہے، وہی راستہ معتبر ہے۔

(عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم: ۱-۳)

”اِس میں کیا حرج ہے؟“ ایک مَرض اور اُس کا جواب:

آج کل ایک مرض اور ہے: ”ارے مولانا! اس میں کیا حرج ہے کہ ہم یوں نے کرلیا، یا یُوں کرلیا“۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کسی درزی کو نمونہ کے لیے ایک کُرتہ دے دیں، لیکن درزی نے ایک بالشت اور زیادہ کر دیا، تو آپ کیا کہیں گے؟ درزی کہتا ہے کہ صاحب! اس میں کیا حرج ہے، مَیں نے تو آپ کے ساتھ بھلائی کی کہ کُرتہ ایک بالشت زیادہ لمبا کر دیا، ورنہ صوفی صاحب! آپ کا کپڑا ضائع ہو جاتا۔ تو آپ کیا ناراض نہ ہوں گے! کہ پھر مَیں نے نمونہ کس لیے دیا تھا، تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ.

(الاحزاب: ۲۱)

اے دُنیا والو! مَیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارے لیے نمونہ بنا کر بھیج رہا ہوں، تمھیں ان کے نمونے پر مَرنا جینا ہے، تم کو اختیار نہیں ہے کہ جہاں چاہو، بڑھا لو، اور جہاں چاہو، کم کرلو۔

مغرب کی تین کے بجائے چار رَکعات پڑھ لو کہ اس میں کیا حرج ہے؟ حرج یہ ہے کہ قبول

نہ ہوگی۔ اذان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ختم ہوتی ہے، اگر کوئی مؤذن اَذان کے آخر میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی لگادے، تو بتایے! اس کی اذان قبول ہوگی؟

اُسوۂ حسنہ کے خلاف کوئی عمل قبول نہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حد بندی، جو میٹر، جو نمونہ پیش کیا' اسی نمونہ پر ہماری نجات ہو گی، اس لیے سُنّت کے خلاف کوئی کام کتنا ہی اچھا لگے' وہ ہرگز قبول نہیں ہوسکتا۔ اس کا حُسنِ ظاہری مت دیکھو، اس کی خباثت اور مرد ودیت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے خلاف ہے۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ پیش کیے جائیں گے' اور وہ کہیں گے: یا رسول اللہ! ہمیں بھی جامِ کوثر پلا دیجیے۔ تو فرشتے کہیں گے کہ: یہ وہ لوگ ہیں' جو آپ کے دین میں نئی نئی باتیں نکالتے رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوضِ کوثر سے بھگا دیں گے۔ (أنظر: عن سهل بن سعد رضي الله عنه، متفق عليه، كذا في المشكاة، باب الحوض والشفاعة، الفصل الاوّل)

اس جملہ سے وہ لوگ توبہ کریں، جو کہتے ہیں کہ "اس میں کیا حرج ہے؟" جو نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کے خلاف ہے، اس میں حرج ہی حرج ہے' نقصان ہی نقصان ہے۔ (ایضاً:۲۴، ۲۵)

تو عشقِ رسول نام ہے "اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کا؛ سُنّت پر جان دے دو، چاہے دُنیا کچھ ہی کہتی رہے' اور آپ کا کتنا ہی مذاق اُڑائے۔ (آدابِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:۱۰)

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:
اصل تدبیر مصائب وتکالیف کی تو "اِصلاحِ اعمال" ہے، اگر ایسا کریں تو چند روز میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اس کی برکت سے دُشمن خائف ہوجاویں۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ:۲۲)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ مُربّی

از: محمدّ ارمغان ارمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ!

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا سدا بہار موضوع ہے، جس پر شروع سے لے کر آج تک؛ ہر عہد میں، ہر زبان میں، ہر عنوان سے اور ہر اُسلوب میں لکھا گیا، اور مسلسل لکھا جا رہا ہے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک اَدا اور سُنّت کو مُحِبّان وعُشّاق نے ہر طریقہ سے محفوظ فرمایا، کوئی گوشہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہے۔ جملہ صفات وکمالات سے آراستہ سیرت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں جامعیت، کاملیت اور عملیت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہر طبقہ، ہر شعبہ اور ہر زمانہ کے لیے کامل ودائمی نمونہ ہے، اسی لیے قرآنِ کریم میں آپ کے نمونہ کو ”بہترین نمونہ“ قرار دیا گیا:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ.

(الاحزاب: ۲۱)

”حقیقت یہ ہے کہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے“۔

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سُنّتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائیگا پھر اس کا سفینہ

زیرِ نظر مضمون میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ”مُربِّی“ (تربیت کرنے والا) ہونے کی حیثیت سے آپ کی شانِ تربیت وتزکیہ کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے، جو کہ بعثتِ نبوت کا ایک اَہم

مقصد ہے۔ اور تزکیہ کی حقیقت، ضرورت اور اہمیت کے علاوہ بطورِ نمونہ چند واقعات و ارشادات تحریر کیے ہیں، اس سے معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بے مثال عملی نمونہ سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی اصلاح وتربیت اور رُوحانی پاکیزگی فرمائی کہ بفیضانِ صحبت یہ نفوسِ قدسیہ:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ.

(التوبة: ۱۰۰، البیّنة: ۸)

''اللہ اُن سب سے راضی ہوگیا ہے، اور وہ اُس سے راضی ہیں''۔ اور

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ فَبِاَیِّھِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ.

(عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، رواہ رزین، کذا فی المشکاة المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة رضی اللہ عنهم، الفصل الثالث)

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں (پس تم ان کی پیروی کرو)، ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے''۔ وغیرہما جیسے اعزازات سے نوازے گئے۔

صحابہ کی حیاتِ باوفا تاریخِ ایماں ہے
جو اخترؔ دے رہی ہے رات دن پیغامِ ایمانی

''تزکیہ'' ایک اہم مقصدِ بعثتِ نبوت:

قرآنِ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے جو بنیادی مقاصد بیان فرمائے ہیں، اُن میں ایک ''تزکیہ'' بھی ہے۔ حدیث شریف میں اس کو ''احسان'' اور آج کل کی زبان میں اسے ''تصوف وسلوک وطریقت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ یہ فرق صرف لفظی ہے، ورنہ معنوی اعتبار سے یہ ایک ہی شے کے مختلف نام ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ
یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ
وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ

(آل عمران: ۱۶٤) (وأنظر: البقرة: ۱۲۹، ۱۵۱. الجمعة: ۲)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا اِحسان کیا کہ اُن کے درمیان اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، اُنھیں پاک صاف بنائے اور اُنھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جب کہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے''۔

اس آیت میں مکاتبِ قرآن، مدارسِ علمیہ اور خانقاہوں کا ثبوت ہے، یہ کارِ نبوت قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین ووارثین کے ذریعہ جاری رہیں گے، اِنْ شَآءَ اللہ۔

اور اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اِنَّ اللہَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ.

(عن جابر رضی اللہ عنه، رواہ فی شرح السنة، کذا فی المشکاة، کتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سیّد المرسلین، الفصل الثانی)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں، اور اچھے کاموں کو پورا کروں (یعنی مخلوقِ خدا کو ظاہراً باطناً ہر اِعتبار سے درجۂ کمال تک پہنچاؤں)''۔

یُزَکِّیۡهِمۡ کی تفسیر:

مشہور مفسر حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) نے ''تفسیر مظہری'' میں یُزَکِّیۡهِمۡ کی تین تفسیریں بیان فرمائی ہیں، جو اَحقر کے شیخِ اوّل مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرّہٗ (م ۱۴۳۴ھ) بھی اکثر بیان فرمایا کرتے تھے، وہ یہ ہیں:

اَیْ یُطَهِّرُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الفَاسِدَةِ وَالْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللہِ، وَنُفُوْسَهُمْ عَنِ الرَّذَائِلِ، وَاَبْدَانَهُمْ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَالْاَخْبَاثِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِیْحَةِ.

(تفسیر المظهری: ۲/۱۶۷، ۱۶۸، آل عمران: ۱۶٤، ط: دار احیاء التراث العربی)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاک کرتے ہیں صحابہ کے

(۱) دِلوں کو غلط عقیدوں اور غیر اللہ کے ساتھ دِل لگانے سے،

(۲) نفوس کو بُرے اخلاق سے، اور

(۳) اَجسام کو نجاستوں، گندگیوں اور بُرے اعمال سے۔

معلوم ہوا کہ کامل طہارت و پاکیزگی کا تعلق ’’قلب، نفس اور بدن‘‘ تینوں کے ساتھ ہے۔
اسی لیے جامع المجدّدین حضرت تھانوی قدس سرّہٗ (م ۱۳۶۲ھ) نے فرمایا کہ تصوف نام ہے ’’تعمیر الظاہر والبطاطن‘‘ کا۔ تزکیہ کی ضرورت واَہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تزکیہ کو موجبِ ’’فلاح‘‘ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الاعلیٰ: ۱۴، الشمس: ۹)

اصلاح وتزکیہ کی ضرورت واَہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

(عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہٗ، متفق علیہ، کذا فی المشکاۃ، کتاب البیوع، باب الکسب و طلب الحلال، الفصل الاول)

’’اور جان لو! انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے؛ جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمالِ خیر اور حُسنِ اخلاق واَحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے، اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے (یعنی انکار، شک اور کفر کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہوجاتی ہے) تو (اِرتکابِ معصیت اور مصیبت کی وجہ سے) پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا ’’دِل‘‘ ہے‘‘۔

یعنی اچھے وبُرے اعمال کا صادِر ہونا دِل پر موقوف ہے، اور قرآنِ کریم میں ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا.

(المؤمنون: ۵۱)

’’اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ، اور نیک عمل کرو‘‘۔

طَيِّبٰتِ کو مقدم اور اعْمَلُوْا صَالِحًا کو مؤخر فرمانا اس طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عملِ صالح میں بڑا دَخل ہے۔ پس آیتِ کریمہ اور حدیثِ نبویہؐ دونوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قلب کی دُرستی میں حلال غذا اَور قلب کے بگاڑ میں حرام غذا کا بڑا دَخل ہے۔ کیوں کہ حلال غذا سے دِل کی صفائی

ہوتی ہے، اور دِل کی صفائی سے نیک اعمال کی توفیق اور بُرے اعمال کا مَیلان ختم ہونے لگتا ہے، اور حرام غذا سے بالعکس۔ (مستفاد از: مظاہرِ حق جدید: ۳/ ۳۷، معارف القرآن للعثمانی: ۶/ ۳۱۶، ودیگر)

اس حدیث سے اِصلاح وتزکیہ کی ضرورت واَہمیت اور اس کا وُجوب صاف ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طہارتِ قلب (دل) ضمانت ہے طہارتِ قالب (جسم) کی، اسی لیے انبیا اور وارثینِ انبیا قلب پر محنت کرتے ہیں، تاکہ قلب پاک ہوکر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصّہ سے متجلّی ہو اَور قلب کی طہارت سے قالب کو حفاظت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت حاصل کرنے کے لیے ہمیں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے، جو موقوف ہے ''صحبتِ اہل اللہ'' پر۔ (ملاحظہ ہو: التوبۃ: ۱۱۹) ؎

قریب جلتے ہوئے دِل کے اپنا دِل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس زمانے میں صحبتِ اہل اللہ کو مَیں فرضِ عین ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں، کیوں کہ اس پُرفتن دَور میں سلامتیٔ ایمان کا ذریعہ صرف صحبتِ اہل اللہ ہے۔

یُزَکِّیۡہِمۡ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت کی ہے، قرآنِ پاک کی طرف نہیں۔ تزکیہ فعلِ متعدی ہے، فعلِ لازم نہیں، اور فعلِ متعدی فاعل اور مفعول بہٖ دونوں کا محتاج ہوتا ہے، اس لیے بغیر مُزَکِّی (پاک کرنے والا) کے مُزکّٰی (پاکیزہ) نہیں بن سکتے، ناممکن ہے۔ یعنی کوئی شخص خود یا کتابیں پڑھ کر اپنا تزکیہ نہیں کرسکتا، اس کے لیے کسی اللہ والے کی ضرورت پڑے گی، کتاب کا نفع صحبت پر موقوف ہے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''صحبت'' جیسی عظیم نعمت کی برکت سے ہی ''مقامِ صحابیت'' پر فائز ہوئے، اب تا قیامت کوئی صحابی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ ؎

خدا دیدہ نظر کو چُوں کہ دیکھا تھا صحابہ نے
وہ ایماں آج کیسے پا سکے گا کوئی ربانی

محی السُنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ) نے فرمایا کہ مدارس سے اور تبلیغ سے ''اعمال کا وُجود'' ملتا ہے، اور خانقاہوں سے یعنی سچے اہل اللہ کی صحبت سے ''اعمال کا

قبول' ملتا ہے۔ کیوں کہ بزرگوں کی صحبت سے تزکیۂ نفس اور اخلاص ملتا ہے، اور اخلاص شرطِ قبولِ اعمال ہے' اور رِیا سے محافظ ہے۔ اور ایک رِیا کی نحوست اور لعنت سے ایک شہید کی شہادت اور مال دار کی سخاوت اور قاری صاحب کی قرأت قبول نہ ہوئی اور جہنم کا فیصلہ ان کو ہو جاوے گا۔ اس حدیث کو جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سناتے تھے، تو غلبۂ خوف سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ (آئینۂ ارشادات:۱۱)

اب صحبت (جو مقصدِ بعثتِ نبوت یعنی تربیت وتزکیہ کا موقوف علیہ ہے) کی اہمیت و اِفادیت کے لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک وعظ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں' جس میں حضرت نے نیک صحبت کی اہمیت و اِفادیت بیان فرما کر ہمیں صحبتِ اہل اللہ اختیار کرنے کی تاکید وتلقین فرمائی ہے۔

''صحبتِ اہل اللہ'' کا اہتمام کرنے کی سخت ضرورت ہے:

جامع المجدّدین حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''فوائد الصحبۃ'' بانی جماعتِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۳ھ) کے نکاح کے موقع پر ہوا تھا، اس کا مکمل مطالعہ اِنْ شَآءَ اللّٰه بہت مفید ثابت ہوگا۔ خلاصہ میں اکثر الفاظ حضرت کے اور رَبط وترتیب احقر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الآیۃ

(الکہف:۲۸)

ترجمہ: ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رَبّ کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دُنیاوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں''۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں تعلیم اور تربیت دونوں کا بذریعۂ ''صحبت'' نافع ہونا بتلایا ہے، اور شیوخ کا بھی علاج کر دیا ہے کہ آپ بھی بے پروائی نہ کریں۔ سُبْحَانَ اللہ! کیا عجیب جملہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مقبولانِ الٰہی کے پاس بیٹھنے سے نفع ہوتا ہے، اور نیک صحبت کا نافع ہونے کا مسئلہ سب کے نزدیک مسلّم

اور قرآن شریف میں منصوص ہے۔ لیکن افسوس! بالاستقلال اس کا اہتمام کوئی نہیں کرتا، اس کی طرف لوگوں کو مطلق توجہ نہیں۔ کیوں کہ ہمارے دِلوں میں اس کا ضروری ہونا باعتبار عقیدہ اور باعتبار عمل کبھی نہیں آیا، ورنہ اس کا اہتمام بھی ضرور کرتے۔ باقی سارے کاموں کو ہم ضروری سمجھتے ہیں' اور اس کے لیے وقت بھی مقرر ہے؛ جیسے کھانے کے لیے، آرام کے لیے، کام کے لیے وغیرہ، مگر نیک صحبت کو ضروری نہیں سمجھتے' اور نہ ہی اس کے لیے کبھی وقت مقرر کیا ہے کہ تہذیبِ اخلاق ہو جائے۔

یہ عام خیال ہے کہ ''نیک صحبت نافع ہوتی ہے''، مگر اس سے غفلت عام ہے' جب کہ ضرورت اس کی بے حد، کہ دُنیا کا یا دین کا کوئی کمال بغیر صحبت کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مَیں بقسم کہتا ہوں کہ کوئی کمال بِدوں ماہر سے حاصل کیے نہیں آسکتا، اور ماہر سے حاصل کرنا موقوف ہے ''صحبت'' پر۔

علم و عمل دونوں ضروری ہیں؛ علم کے لیے تعلیم کی ضرورت اور عمل کے لیے تربیت کی ضرورت، اور یہ دونوں موقوف ہیں صحبت پر، یعنی اوّل کے لیے علمائے شریعت' اور دوسرے کے لیے مشائخِ طریقت۔ پس جب علم و عمل' دونوں کا کمال موقوف ہے صحبت پر، تو موقوف علیہ ضروری ٹھہرا۔

یاد رکھیے! صحبت والا' کتابی علم سے مستغنی ہوسکتا ہے، کیوں کہ صحبت بقدرِ ضرورت کفایت ہو جاتی ہے؛ یعنی اگر کسی کو اِصطلاحی علم نہ ہو اور محض صحبت ہو' تو کافی ہے، اس سے بقدرِ ضرورت علم حاصل ہو جائے گا' جیسا کہ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا علم زیادہ تر محض صحبت سے بِدون کتب و درس ہی کے تھا۔ لیکن تعلیم والا' صحبت سے مستغنی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ تربیت کی ضرورت تعلیم سے زیادہ ہے' اور وہ بِدوں صحبت کے کسی درجہ میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

یہی وجہ ہے کہ عمل میں علما بھی کوتاہیاں کرتے ہیں؛ غیبت کی بُرائی جانتے ہیں' مگر مبتلا ہیں، جانتے ہیں کہ کینہ رکھنا بُرا ہے' مگر سینکڑوں اہلِ علم اس میں مبتلا ہیں، وجہ یہ ہے کہ تربیت نہیں ہے' اس لیے عمل کمزور ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عمل کے لیے فقط علم اور ارادہ کافی نہیں، تربیت کی بھی ضرورت ہے' جو کتابیں دیکھ کر نہیں ہوسکتی، تربیت موقوف ہے صحبت پر۔ مطالعۂ کتب سے اس کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے' جیسے طب کی کتابیں دیکھ کر کوئی شخص بیوی کو مسہل دینے لگے اور حکیم سے نہ پوچھے، نتیجہ کیا ہوگا؟ لہٰذا

کتابوں پر اِکتفا کرنا سخت غلطی ہے، ہرگز کتابوں پر اِکتفا نہ کیجیے، بلکہ صحبت اختیار کیجیے۔

بغیر صحبت کے محض مطالعۂ کتب اور ذکر وعبادات سے نفع نہ ہونے کی مثال:

محض کتابوں کے دیکھنے سے تربیت وتزکیہ میں نفع نہ ہونے کی ایک عجیب مثال حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی کہ: کتابوں میں اگر آگ لکھی ہو اور آگ کے خواص پر بہت ہی ضخیم کتابیں بھی ہوں، اور کوئی عمر بھر اس کو پڑھتا رہے، تو کیا آگ کی حرارت سے اِستفادہ کرسکتا ہے؟ تا آنکہ خارج میں آگ کے پاس جا کر حرارت نہ حاصل کرے۔ بس تمام دینی اِنعامات؛ صدق و یقین، خشیت وتقویٰ، محبتِ شدید مع اللہ کی آگ کتابوں کے نقوش سے حاصل نہیں ہوسکتی، خارج میں جن کے سینے اس آگ کے حامل ہیں، ان کی صحبت میں رہ کر ان نعمتوں کا استفادہ کرنا ہوگا۔

اور محض عبادات سے تربیت وتزکیہ میں نفع نہ ہونے کی مثال یہ بیان فرمائی: صرف عبادت اور ذکر سے نفس نہیں مٹتا، ورنہ شیطان کی عبادت ایک ہزار سال کی اس کے نفس کو ضرور مٹا دیتی، اور حال اس کا ظاہر ہے۔ پس نفس کو مِٹانے کے لیے صادقین کی معیت وصحبت بہت ضروری ہے، اور تعلق بھی غلامی کا ہو، محض دوستی کا نہ ہو۔ یہی بات شیطان کو حاصل نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ.

(لقمان: ۱۵)

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ تعلق اہل اللہ سے اتباع کا مامور بہ اور نفع کامل کا مدار صرف اتباع پر ہے۔ اگر اِتباع نہ ہو، تو رَسمی مریدی بھی مفید نہیں۔ پس شیخ سے محض دوستانہ تعلق بے سود ہے، غلامی کا تعلق ہونا چاہیے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۴۳-۴۶)

صحبتِ رسول سے جماعتِ صحابہ میں کیا اِنقلاب آیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت پاک میں تربیت وتزکیہ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا اِنقلابات برپا ہوئے؟ ایک نظر ملاحظہ ہو:

پہلے کفر وشرک کی گندگی کو محبوب سمجھتے تھے، اَب توحید ورسالت کو محبوب رکھتے ہیں، پہلے جانِ

محبوبِ خدا کے دُشمن تھے‘ اب محبوبِ خدا پر اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں، پہلے باہم بغض وعداوت رکھتے تھے‘ اب باہم محبت واُخوت کا معاملہ رکھتے ہیں، پہلے دُشمنی واِنتقام میں قتل وغارت کا بازار گرم رکھتے تھے‘ اب مولائے کریم کے لیے جان دینے اور لینے کو ہر دَم تیار رَہتے ہیں، پہلے بیٹیوں کو زندہ دَر گور کرتے تھے‘ اب بیٹیوں کو باعثِ رحمت سمجھتے ہیں، پہلے دینِ اسلام کے پیروکاروں کا اِستہزاو تمسخر کا شغل رکھتے تھے‘ اب دینِ اسلام کی نشر واشاعت میں صبح وشام سرگرم رہتے ہیں، پہلے رُسومِ جاہلیت کو اَپناتے تھے‘ اب نقشِ قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، پہلے شتربان وگلہ بان کہلاتے تھے‘ اب صحابیِ رسول اور رَہبرِ اُمّت کہلاتے ہیں، پہلے طوقِ غلامی پہنے ہوئے تھے‘ اب عرب وعجم کی حکمرانی کا تاج پہنے ہوئے ہیں، پہلے لہو ولعب اور عیش وعشرت میں مَست رہتے تھے‘ اب رُکوع وسجود، ذکر وتلاوت اور آہ وزاری میں سرشار رَہتے ہیں، اور بزبانِ حال ؎

تُو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

صدیقِ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ جن کے سینوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک فرمائیں‘ ان کے تزکیہ کا کیا پوچھنا! جب اس اُمّت کے ادنیٰ غلاموں کی صحبت سے بڑے بڑے غوث، ابدال واقطاب پیدا ہوتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ پاک سے کیسے کیسے عالی مرتبت افراد پیدا ہوں گے، ظاہر ہے... میرے رسول کی صحبتِ پاک میں ایسی کیمیاوی تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے ان کے متبعین بھی دعوۃ الی اللہ علی منہاج النبوۃ کی صلاحیت سے مشرف ہوجاتے ہیں ؎

چشم احمد بر ابوبکرے زدہ

از یکے تصدیق صدیق آمدہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نگاہِ مبارک پڑی کہ ایک تصدیق سے ''صدیق'' ہوگئے۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ

حضرت مولانا! صدیق کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ آئینۂ نبوت کو۔ سُبْحَانَ اللہ ! کیا دو لفظ میں فرمادیا؛ صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے۔

چوں عمر شیدائے آں معشوق شد
حق و باطل را چوں دل فاروق شد

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاں نثار ہوئے، تو فیضِ رسالت سے آپ کو ''فاروقیت'' عطا ہوئی اور آپ عمر فاروق ہوگئے۔

چونکہ عثمان آں جہاں را عین گشت
نور فائض بود و ذی النورین گشت

جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جہان کے سر چشمہ ہوگئے، تو آپ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ''ذوالنورین'' ہوگئے۔

چوں زرویش مرتضیٰ شد درخشاں
گشت او شیر خدا در مرج جاں

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے درخشاں ہوئے، یعنی علومِ نبوت کو پہچاننے والے ہوئے، تو آپ جان کی چراگاہ میں ''شیرِ خدا'' ہوگئے۔ (براہین: ۷۹-۸۱)

''تربیت'' کی تعریف:

تربیت کہتے ہیں ''کسی شے کو تدریجاً اس کے درجۂ کمال کو پہنچا دینا''۔ (براہینِ قاطعہ: ۶۵)

اسی لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اِصلاح کی تکمیل تدریجاً ہوئی ہے۔ (خطباتِ حکیم الامت: ۱۳۹/۲۵، وعظ: حرمات الحدود)

تربیتی واقعات

اس عنوان کے تحت چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم، مشفقانہ انداز، شانِ تربیت وتزکیہ اور اُسلوبِ کلام ظاہر ہوتا ہے۔ زیادہ تر واقعات مظاہرِ حق

جدید شرح مشکوٰۃ سے ہیں، اور فائدہ کے تحت حاصلِ واقعہ ونصیحت وغیرہ کو اَحقر نے مختصراً اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے، جو اکابر واسلاف کے اِفادات سے ہی اَخذ کردہ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کا اپنے غلام کو لعنت کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے پاس سے گزر رہے تھے، تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر اپنے کسی غلام پر لعنت کر رہے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوگئے، اور فرمایا کہ: ''بھلا تم نے لعنت کرنے والے اور صدیقین کو بھی دیکھا ہے؟ (یعنی کیا تم نے کبھی بھی کوئی ایسا شخص دیکھا کہ جس میں بیک وقت یہ دو صفتیں یعنی لعانیت اور صدیقیت پائی جاتی ہوں۔ حاصل یہ کہ جو شخص صدیقیت کے مقام پر فائز ہو، وہ لعنت کرنے والا نہیں ہوسکتا) نہیں، ربِّ کعبہ کی قسم! یہ دونوں باتیں کسی ایک شخص میں ہرگز جمع نہیں ہوسکتیں''۔ چُناں چہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے یہ ارشاد سن کر اپنی اس تقصیر کے کفارہ کے طور پر اس دن اپنے بعض غلاموں کو آزاد کیا، اور پھر معذرت خواہی کے لیے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ: ''مَیں آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا (یعنی کسی کو لعنت نہیں کروں گا)''۔(رواہ البیهقی، کذا فی المشکاة، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الثالث)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا پیارا اُسلوب اختیار فرمایا، اور دوسری جانب آپ کے صحبت یافتہ وفیض یافتہ کی شان دیکھیے کہ بغیر کوئی اگر مگر کیے، تمام مصالح کو بالائے طاق رکھ کر فوراً توبہ کی اور کفارے کے طور پر غلاموں کو آزاد کر دیا۔ معلوم ہوا کہ لعنت کرنا ایک مذموم فعل ہے۔ افسوس! آج یہ بُرائی ہمارے معاشرے میں وبائی مرض کی شکل اختیار کر چکی ہے، لوگ اس کو بہت معمولی اور ہلکا سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں لگنا اپنی زبان کو آلودہ کرنا اور قیمتی وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

شیطانی وسوسہ ذریعۂ معرفتِ الٰہیہ اور مقامِ شکر ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہوکر عرض کیا: (یارسول اللہ!) مَیں اپنے اندر ایسا (بُرا) خیال پاتا ہوں کہ

زبان سے اس کے اظہار کے بجائے جل کر کوئلہ ہو جانا مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (سن کر) فرمایا: ''اللہ کا شکر اَدا کرو، جس نے اس خیال کو وسوسہ کی حد تک رکھا''۔

(رواہ ابوداؤد، کذا فی المشکاۃ، کتاب الایمان، باب فی الوسوسۃ، الفصل الثانی)

ف: یعنی اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر شکر اَدا کرنا چاہیے کہ اُس نے شیطان کو اِتنی طاقت نہیں دی کہ وہ زبردستی ہم سے کوئی بُرا کام کروا دے، سوائے یہ کہ وہ ہمارے قلب میں کچھ خیالات ڈال دے، لیکن وہ بھی قلب سے باہر رہتے ہیں، اندر داخل نہیں ہوتے، اس لیے مُضر نہیں۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطانی وسوسہ سے توجہ ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ وسوسہ کا علاج عدم اِلتفات ہے؛ یعنی نہ اُس میں مشغول ہو، نہ اُس کو بھگانے کی کوشش کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رُجوع کر لے، یا کسی مُباح کام میں مشغول ہو جائے۔ پس علاج بھی ہو گیا، بے چینی بھی دُور ہو گئی اور وسوسہ معرفتِ الٰہیہ وقُربِ الٰہی کا ذریعہ بھی بن گیا۔ یعنی شیطان نے بندے کو رَبِّ کریم سے دُور کرنا چاہا تھا، مگر یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت کا نمونہ دیکھ کر اور قریب ہو گیا کہ ''سُبْحَانَ اللّٰہ! ایک چھوٹے سے دِل میں خیالات کا سمندر اور سارا عالَم سمایا ہوا ہے، جس بڑی چیز کو سوچیں، وہ چھوٹے سے دل میں آ جاتی ہے''۔ (مستفاد من فیوضِ مرشدی، خزائنِ شریعت وطریقت: ۲۰۷۔۲۱۳)

کھانا کھانے کا طریقہ:

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں بچہ تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و تربیت میں تھا۔ (ایک دن مَیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا) اور میرا ہاتھ رِکابی (یعنی برتن) میں جلدی جلدی گھوم رہا تھا (یعنی جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے، مَیں اپنے سامنے سے کھانے کے بجائے اِدھر اُدھر ہاتھ ڈال رہا تھا)۔ چُناں چہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: ''بیٹے! بِسْمِ اللّٰہ کہو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اس جانب سے کھاؤ، جو تمھارے نزدیک ہے (یعنی اپنے سامنے سے کھاؤ)''۔ چُناں چہ اس کے بعد مَیں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔ (رواہ صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام الخ۔ وأنظر: مشکاۃ

المصابیح، کتاب الاطعمة، الفصل الاول)

ف: اس حدیث میں تربیتِ اولاد کے چند زرّیں اُصول بیان ہیں، وہ یہ کہ اولاد کی اچھی تربیت بچپن سے ہی شروع کردینی چاہیے، کیونکہ بچپن کی سیکھی ہوئی باتیں آخر عمر تک برقرار رہتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ غلطی کی اِصلاح موقع پر اچھے انداز سے کرنی چاہیے، خواہ مخواہ ڈانٹنا اور جھڑکنا غیر مناسب ہے۔ تیسرا یہ کہ صرف زبانی تربیت پر اِکتفانہ کیا جائے، بلکہ عملی تربیت بھی ملحوظ رکھی جائے۔

بغیر اجازت طلب کیے کسی کے گھر میں داخل ہونا:

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑی بھیجی، اور اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی کنارہ پر (جس کو معلیٰ کہتے ہیں) قیام پذیر تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یونہی چلا گیا، مَیں نے (آپ کی قیام گاہ میں داخل ہونے سے پہلے) سلام کیا، اور نہ اندر آنے کی اجازت مانگی۔ چُناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ: واپس جاؤ (یعنی یہاں سے نکل کر دروازہ پر جاؤ)، اور (وہاں کھڑے ہوکر) کہو کہ: ''السلام علیکم! کیا مَیں اندر آسکتا ہوں''۔(رواہ الترمذی و ابوداؤد، کذا فی المشکاة، کتاب الآداب، باب الاستیذان، الفصل الثانی)

ف: اس حدیث میں معاشرتی اَدب سکھایا گیا ہے کہ کسی کے گھر بغیر سلام اور اجازت طلب کیے داخل ہونا سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ افسوس! آج ایسی باتوں کو نہایت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

ایک نوجوان کا زِنا کرنے کی اجازت چاہنا:

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے زِنا کرنے کی اجازت دے دیجیے؟ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوکر اسے ڈانٹنے لگے، اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میرے قریب آجاؤ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کرنا پسند

کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، مَیں آپ پر قربان جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بَدکاری کو پسند کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، مَیں آپ پر قربان جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی بہن کے حق میں بَدکاری کو پسند کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، مَیں آپ پر قربان جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بَدکاری کو پسند کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، مَیں آپ پر قربان جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بَدکاری کو پسند کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، مَیں آپ پر قربان جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دُعا کی کہ:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَہِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ.

’’اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دِل کو پاک فرمایا، اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما‘‘۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ (رواہ مسند اللامام احمد بن حنبل: ۵۴۵/۳۶ (۲۲۲۱۱)، حدیث ابی امامۃ الباھلی رضی اللّٰہ عنہٗ، ط: مؤسسۃ الرسالۃ)

ف: سُبْحَانَ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُھتکارنے اور بُرا بھلا کہنے کے بجائے

نہایت محبت وشفقت کے ساتھ اپنے پاس بٹھا کر حکیمانہ انداز سے تعلیم فرمائی۔ اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ گناہ کے ساتھ نفرت کی جائے، گناہ گار کے ساتھ نہیں، ان کو محبت وشفقت اور حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے۔ کیا خوب فرمایا حضرت والا مرشدی نور اللہ مرقدہٗ نے ؎

گنہگاروں کی مت تحقیر کر اے زاہدِ ناداں

کہ ان کی آہ وزاری پر فلک بھی روتا رہتا ہے

دُنیا کی حقارت اور ذِلت کی مثال:

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے بچے کے پاس سے گزرے، جس کے کان چھوٹے یا کٹے ہوئے تھے، اور مَرا ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا: تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کو ایک درہم کے عوض میں لے لے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں نہیں لینا چاہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے خداوند تعالیٰ کی! یہ دُنیا (اپنی تمام لذّتوں اور آسائشوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جتنا کہ تمھاری نظر میں یہ بچہ بکری کا ذلیل ہے''۔ (رواہ مسلم، کذا فی المشکاۃ، کتاب الرقاق، الفصل الاول)

ف: اس مثال سے مقصود دُنیا کی حقیقت اور فنائیت دِکھانا تھا، تاکہ دُنیا سے بے رَغبت اور آخرت کی طرف رَاغب ہو جائیں، کیوں کہ فرمایا گیا ہے کہ:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ. ''دُنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے''۔

تَرکُ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ. ''دُنیا کی محبت کو ترک کرنا ہر عبادت کی جڑ ہے''۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہٗ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات میں باہر نکلے، تو ناگہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے پاس سے گزرے، جو نماز میں پست آواز سے (قرآنِ کریم) پڑھ رہے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے پاس سے گزرے، جو نماز میں بلند آواز سے (قرآنِ کریم) پڑھ رہے تھے۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ جب (صبح کو) حضرت ابوبکر

وحضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یک جا (حاضر) ہوئے، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابوبکر! (آج کی رات) ہم تمھارے پاس سے گزرے، تو تم نماز میں پست آواز سے (قرآنِ کریم) پڑھ رہے تھے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! مَیں جس سے مُناجات کر رہا تھا' اسے ہی سنا رہا تھا (یعنی مَیں اپنے پروردگار کی مُناجات میں مشغول تھا، اور وہ سننے کے لیے بلند آواز کا محتاج نہیں ہے' وہ ہر طرح سے سنتا ہے)۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: عمر! (آج کی رات) ہم تمھارے پاس سے (بھی) گزرے تھے، تم نماز میں بآوازِ بلند (قرآنِ کریم) پڑھ رہے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مَیں (بآوازِ بلند قرآنِ کریم پڑھ کر اُن) سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا تھا (جو عبادتِ خداوندی' یعنی تہجد کے وقت اُٹھنا تو چاہتے ہیں' مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں کھل نہیں پاتیں)' اور شیطان کو بھگاتا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دونوں کی باتیں سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ: ''ابوبکر! تم اپنی آواز کو کچھ اور بلند کرو، اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:) عمر! تم اپنی آواز کو پست کرو (یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدِّ اعتدال کی طرف دونوں کی راہ نمائی فرمائی)''۔

(رواہ ابوداؤد و الترمذی، کذا فی المشکاۃ، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ اللیل، الفصل الثانی)

ف: حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اس طرح سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے نفس کو مٹایا؛ کہ نہ اِن کی چلے' اور نہ اُن کی چلے، چلے گی صرف نبی کی۔ نہ اِن کا زور چلا، نہ اُن کی پستی چلی، اُن کو تھوڑا سا بڑھا دیا اور اِن کو تھوڑا سا گھٹا دیا، تاکہ اپنی اپنی رائے سے ان کی خودرَائی ختم ہو جائے' اور دونوں ''فنا فی النبی'' ہو جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کو اختیار ہے کہ مرید کو اس کی رائے سے ہٹا کر فنائیت کے مقام تک پہنچا دے۔ اور اصل میں ''فنا فی الشیخ'' وہی ہوتا ہے' جو اپنے جذبات کو قابو میں لے آئے اور شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو فنا کر دے۔ دیکھو! دونوں صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں دونوں نے اپنی رائے کو فنا کر دیا۔ (معارفِ ربّانی: ۱۶۳)

تربیتی ارشادات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضراتِ صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو وعظ ونصیحت اور تعلیم وتلقین فرماتے، تو جامع الفاظ اور محبت وحکمت کے ساتھ کلام فرماتے، اندازِ گفتگو تیز اور جلدی جلدی نہیں ہوتا تھا کہ کچھ سمجھ آ گیا اور کچھ نہ آیا، بلکہ صاف صاف اور اطمینان سے فرماتے تھے کہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کرلیں۔ پھر اپنی بات کو کبھی مثالوں سے سمجھاتے، کبھی ہاتھوں کی حرکت سے، کبھی نقشہ کھینچ کر، کبھی حسبِ ضرورت دو یا تین مرتبہ دُہرا کر، کبھی سوالیہ انداز میں؛ یعنی کسی اہم مضمون کو بیان کرنے سے قبل اپنے مخاطبین وسامعین کو متوجہ کرنے اور اُن کے قلب میں شوق پیدا کرنے کے لیے اوّلاً اُن سے دریافت فرماتے، بعد اَزاں اصل بات کو بیان فرماتے تھے۔

مجلسِ ارشاد میں کبھی آہ وبکا ہوتی اور کبھی خوش طبعی، کبھی حقائق ومعارف اور کبھی اِصلاح وتربیت، کبھی تنبیہ اور کبھی رعایت، کبھی رحمتِ الٰہیہ اور کبھی خوفِ خدا، ہر وقت سفر وحضر، خلوت وجلوت اور ہر ایک امیر وفقیر، مرد وعورت اور بغیر کسی کی تحقیر وتذلیل کے فیوضِ رُوحانی کا یہ سرچشمہ جاری رہتا تھا۔

ذیل میں چند اِرشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہوں۔

☆......**ارشاد فرمایا:** ''ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے، (لہٰذا) مسلمان، مسلمان پر ظلم نہ کرے، اس کی مدد واِعانت کو ترک نہ کرے اور اس کو ذلیل وحقیر نہ سمجھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کرکے فرمایا کہ پرہیزگاری اس جگہ ہے۔ (نیز فرمایا:) مسلمان کے لیے اتنی بُرائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر کرے (یعنی کسی مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر کرنا، بجائے خود اتنی بڑی بُرائی ہے کہ وہ کوئی اور گناہ نہ بھی کرے، تو اسی ایک بُرائی کی وجہ سے مستوجب مواخذہ ہوگا۔ اور یاد رکھو!) مسلمان پر مسلمان کی ساری چیزیں حرام ہیں، جیسے: اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو''۔ (عن ابی هريرة رضی اللہ عنہٗ، رواه مسلم، كذا فی المشكاة، كتاب الآداب، باب الشفقة و الرحمة على الخلق، الفصل الاول)

ف: ''پرہیزگاری اس جگہ ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ متقی شخص کو کسی بھی صورت میں حقیر وکمتر

سمجھنا جائز نہیں ہے۔ چُوں کہ تقویٰ باطنی عمل ہے' اور اس کا مقام دِل ہے؛ اور ایک پوشیدہ چیز کو انسان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، اس صورت میں اس کی حقیقت معلوم نہیں، تو پھر کسی مسلمان کو کیوں کر حقیر وذلیل کہا جاسکتا ہے۔ حضور کا یہ فرمانا دراصل سابقہ جملے کی تاکید وتقویت کے لیے ہے۔

☆......**ارشاد فرمایا:** ''عقل مند و بہادر شخص وہ ہے' جو اپنے نفس کو (اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ، تقدیر وقضا اور اس کی رضا وخوش نودی کے سامنے) جھکا دے، اور (فرمانِ الٰہی کا) مطیع وفرماں بردار بنا دے، اور اس اجر وثواب کے لیے (اچھے) عمل کرے' جو موت کے بعد پائے گا۔

اور اَحمق ونادان اور بزدل شخص وہ ہے' جو اپنے نفس کو خواہشات کا تابع بنا دے (یعنی نفس جن حرام ومشتبہ چیزوں اور دُنیاوی لذّات ومرغوبات کا خواہش مند ہو'ان کو اختیار کرکے گویا اپنے آپ کو خواہشِ نفس کا اَسیر بنا دے)، اور (گناہوں میں مبتلا ہونے، فرمانِ حق کے خلاف چلنے، عملِ خیر اور توبہ واستغفار کی راہ اختیار نہ کرنے کے باوجود) اللہ تعالیٰ سے (اس بات کا متمنی اور آرزومندہو کہ وہ) اس سے راضی ہو، اس کو بخش دے اور اس کو جنت میں داخل کردے''۔(عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ عنہٗ، رواہ الترمذی و ابن ماجہ، کذا فی المشکاۃ، کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، الفصل الثانی)

☆......**ارشاد فرمایا:** ''کسی فاجر (یعنی کافر یا فاسق) کو دُنیاوی نعمتوں (یعنی جاہ وحشمت اور دولت) سے مالا مال دیکھ کر اس پر رشک نہ کرو، کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ مَرنے کے بعد (قبر میں یا حشر میں) اس کو کیا کیا پیش آنے والا ہے (یعنی وہ یہاں تو بے شک دُنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہے، لیکن اس کے برعکس آخرت میں طرح طرح کے عذاب اور سختیوں سے دوچار ہوگا)، اور (یاد رکھو!) فاجر کے لیے خدا کے یہاں ایک ایسا قاتل ہے' جس کو موت اور فنا نہیں ہے۔ اور اس قاتل سے حضور کی مراد آگ ہے''۔ (عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہٗ، رواہ فی شرح السنۃ، کذا فی المشکاۃ، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء الخ، الفصل الثانی)

ف: یہ بیماری آج عام طور پر ہمارے اندر آچکی ہے کہ مال دار، شرابی، زانی، فاسق کے بنگلوں اور کاروں اور ظاہری ٹھاٹ پر بعض غریب مسلمان لالچ کی نگاہ ڈالتا ہے، حالانکہ نیک بندوں کی

عبادت پر لالچ کرنی چاہیے تھی، نہ کہ ان دُنیاداروں پر جن کے دِلوں پر ہزاروں فکر و پریشانی بھری ہے۔ اور اطمینانِ قلبی صرف اللہ والوں کو عطا ہوتا ہے۔ (دُنیا کی حقیقت:۸۶،۸۷)

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت تاکید کے ساتھ یہ دُعا سکھائی، جو مکائدِ نفس سے بچنے کے لیے ایک عجیب و جامع دُعا ہے، اور فرمایا کہ صبح و شام مانگا کرو:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ،

اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنِیْٓ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ.

(عن انس رضی اللّٰہ عنہٗ، المستدرك للحاکم: ۱/ ۷۳۰(۲۰۰۰)، کتاب الدعاء، ط:العلمیة)

”اے حقیقی زندہ! اے حقیقی سنبھالنے والے! مَیں تیری رحمت کے واسطہ سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں کہ دُرست کر دے میرے سارے حال کو، اور مجھے میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سونپ“۔ (یہ دُعا ”مناجاتِ مقبول“ کی تیسری منزل میں بھی موجود ہے۔)

☆...... **ارشاد فرمایا:** ”غُصّہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے، جس طرح اَیلوا (گھیکوار کے پودے کا عرق) شہد کو خراب کر دیتا ہے“۔ (مشکاة، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر، الفصل الثالث)

ف: ”ایمان“ سے مراد یا تو کمالِ ایمان مراد ہے یا نورِ ایمان، اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بسا اوقات غُصّہ کی شدّت اصل ایمان بھی ختم کر دیتی ہے، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

☆...... **ارشاد فرمایا:** ”جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضامندی و خوش نودی حاصل کرنے) کے لیے لوگوں کے ساتھ عاجزی و اِنکساری اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے؛ چُناں چہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے (کیوں کہ وہ اپنے نفس کو ذِلّت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے)، لیکن لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ ہوتا ہے (کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی عاجزی و اِنکساری کے سبب اس کو لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ کر دیتا ہے)۔ اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر و غرور کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے؛ چُنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے، لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کُتّے یا سُوَر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے“۔ (عن عمر رضی اللّٰہ عنہٗ، المراجع السابق)

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اب آخر میں خِتٰمُہٗ مِسْكٌ کے طور پر حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ملفوظ نقل کرتا ہوں، جو خصوصی طور پر اہلِ علم حضرات سے خطاب ہے۔

نبی علیہ السلام کی خلوت وجلوت کی وراثت:

فرمایا کہ: ''جلوتِ نبوت'' کے کارہائے دینیہ کا نفع موقوف ہے ''خلوتِ نبوت'' کے کارہائے وِلایت کے اہتمام پر۔ پس دینی مشاغل وعظ ودَرس کے اِہتمام کے ساتھ تخلّی مع الحق اور اِلتزامِ ذکر وفکر سے اِستغنا محض دھوکہ ہے۔ از بس ضروری، بلکہ تخلّی مع اللہ کو تقدم اور اَوّلیت حاصل ہے، جلوت کی خدمات پر، كَمَا صُرِّحَ فِي الْبُخَارِيْ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ.

(عن عائشة رضی اللہ عنها، رواه صحيح البخاری: ۱/۷(۳)، کتاب بدء الوحی، وأنظر کتاب التفسير، رقم الحديث: ۴۹۵۳، ط: دار طوق النجاة)

[ترجمہ: ''(ظہورِ نبوت سے قبل) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب کردی گئی''۔]

نبوت پر اس کا تقدم بڑے اَہم اِسرار کی طرف دَالّ [دلالت کرتا] ہے، نیز بعد ظہورِ نبوت تمام عمر مبارک کے اہتمامِ خلوت ولایت النبوت کا ذکر قرآن شریف واَحادیث شریفہ میں موجود ہے۔ پس وراثتِ جلوتِ نبی علیہ السلام کے ساتھ اہلِ علم کو وراثتِ خلوت نبی علیہ السلام کا بھی اہتمام ضروری ہے، ورنہ دینی خدمات محض کماً [یعنی تعداد ومقدار کے اعتبار سے] بہت معلوم ہوں گی، لیکن کیفاً [یعنی حقیقت کے اعتبار سے] بے جان ہوں گی۔

ہر چند کہ وراثت سے مراد حدیث شریف [یعنی اَلْعُلَمَاءُ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ] میں ''علم'' مُصرِّح ہے، لیکن علم سے مقصود ''عمل'' ہی ہے، علم تو وسیلۂ عمل ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۴۲)

''جلوتِ نبوت'' کی جان ''خلوتِ نبوت'' ہے:

یہی ملفوظ دوسری جگہ قدرے تفصیلاً، ترغیباً مع اِزالۂ شبہ یوں فرمایا کہ:

کارِنبوت کے دو جز ہیں؛ ایک علومِ نبوت، اور دوسرا ولایت النبوت۔ نبوت کا وہ جز جس کا تعلق اُمت کے ساتھ ہے؛ مثلاً تبلیغ وتعلیم، جہاد وغزوات وغیرہ' اس کا تو لوگوں کو خیال رہتا ہے، لیکن نبوت کا وہ جز جس کا تعلق ولایت سے ہے' اس کی طرف سے لوگ صرفِ نظر کر لیتے ہیں۔ حالانکہ نبی کی ''جلوت'' کے ساتھ ''خلوت'' بھی اتنی ہی اہم ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد میں ساری ساری رات قرآن کی تلاوت کرنا فرض نہیں تھا؛ پاؤں مبارک سُوج جاتے تھے، بعض دفعہ خون نکل پڑتا تھا، یہ ولایتِ نبوت تھی کہ حکم دیا جارہا ہے کہ:

وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کی ''آہ'' تھی، جس کا اثر یہ تھا کہ جلوت میں لوگوں کے دلوں میں محبت کی آگ لگا دیتی تھی۔

اَلْعُلَمَاءُ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءُ.

(عن ابن عباس رضی اللہ عنهما، کنز العمال: ۱۰/ ۱۵۰، کتاب العلم)

یعنی تم (علما) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت کے بھی وارث ہو' اور خلوت کے بھی وارث ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جلوت کا جُز تو لے لو' اور خلوت کے جُز کو رَدّ کردو۔ انبیا کی دولت دو طرح کی ہے؛ ایک دولت جلوت کی اور ایک دولت خلوت کی۔ جلوت کی دولت تو یہ ہے تعلیم وتبلیغ، جہاد وغزوات وغیرہ، اور

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

(الشرح: ۷، ۸)

(ترجمہ: ''لہٰذا جب تم فارغ ہو جاؤ تو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ۔ اور اپنے پروردگار ہی سے دِل لگاؤ''۔)

یہ توجہ الی الرّب جو ہے' یہی ولایت النبوت ہے جو وراثت ہے خلوت کی۔ خلوت کی اَشک باریاں وآہ وگریہ، تہجد، اِشراق وچاشت اور تنہائیوں میں چھپ کر اپنے رَبّ کے ساتھ مشغول ہونا' یہ بھی انبیا کی وراثت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''علما'' کو جو وارثینِ انبیا قرار دیا ہے، تو اصل وارث وہی عالم ہے

جو اَنبیا کی جلوت کا بھی وارث ہے' اور خلوت کا بھی وارث ہے۔ ورنہ وہ عالم اصل وارثِ انبیا نہیں ہے' جو مجمع میں عوام کے سامنے تو نماز باجماعت بھی ادا کر رہا ہے، تقریر و تبلیغ بھی کر رہا ہے، رو رہا ہے؛ کیوں کہ اس میں جاہ مل رہی ہے، لوگ ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں، مرغ مل رہا ہے، عزت ہو رہی ہے، لیکن تنہائیوں میں اللہ سے بے خبر ہے؛ نہ ذکر ہے، نہ آہ ہے، نہ آنسو ہیں۔ تم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کے وارث نہیں ہو' تو جلوت کے بھی وارث نہیں ہو۔

''جلوتِ نبوت کی جان خلوتِ نبوت ہے''...حق تعالیٰ نے ان دونوں وراثتوں کی حفاظت کے لیے اُمت میں الگ الگ رِجّال پیدا فرمائے؛ جس پر جلوت کی وراثت کو غالب کر دیا گیا' اس سے فقہ و حدیث کا کام لیا گیا، اور جس پر خلوت کی وراثت کو غالب کر دیا گیا' اس سے دردِ محبت کی آہِ سوختہ جانی کا کام لیا گیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو لوگ خلوت کی وراثت کے حامل تھے' وہ جلوت کی وراثت کے حامل نہ تھے' یا اس کے برعکس۔ **نَعُوْذُ بِاللہ!** یہ مطلب نہیں ہے' بلکہ یہ مطلب ہے کہ علمائے ربّانیین و صوفیا وغیرہ دونوں وراثتوں کے بیک وقت حامل تھے، لیکن جس سے جو کام لینا تھا' اس پر اس رنگ کو غالب کر دیا گیا؛ کسی پر جلوت کی وراثت غالب کر دی گئی، کسی پر خلوت کی، جس پر جو رنگ غالب تھا' اس سے وہی کام لیا گیا۔ (خزائنِ معرفت ومحبت: ۱۹۳۔۱۹۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں فہمِ سلیم و قلبِ سلیم عطا فرما کر عمل کی توفیق و ہمّت عطا فرمائے، اور ہمارے ظاہر و باطن کو بھی کامل طہارت و پاکیزگی عطا فرمائے، اور حضور کا سچا محبّ و عاشق بنائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(بقیہ صفحہ ۳۲) تھے۔ دورانِ سفر تقریباً ایک گھنٹہ کا قیام گوجرانوالہ میں ''جامعہ مدنیہ'' (نواب چوک) میں ہوا، یہاں حضرت شیخ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب زیدمجدہم (استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) نے اَھلًا وَسَھلًا مع صاحب زادگان کہا۔ یہاں نمازِ ظہر اَدا کی گئی، بعد اَزاں مولانا نے خوب اِکرام فرمایا۔ (جاری ہے)

حضرت عارفِ وقت دامت برکاتہم کا سفرِ منڈی بہاء الدین

قلم بند: حضرت ابو حماد قاری محمد عبید اللہ ساجد صاحب مدظلہم

مرتب: محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گزشتہ دِنوں حضرت عارفِ وقت دامت برکاتہم کا اپنے اِرادت مند کی دعوت پر منڈی بہاء الدین شہر کا تین روزہ اصلاحی سفر ہوا؛ علما، طلبہ اور عام لوگوں میں بیانات ہوئے۔ ساری تفصیل حضرت قاری محمد عبید اللہ ساجد صاحب مدظلہم، جو حضرت کے ہمراہ تھے، نے قلم بند فرما کر احقر کے سپرد فرمائی کہ ضروری تبدیلیوں کے بعد یہ مضمون مجلّہ میں لگا دیا جائے۔ اب قارئین کی خدمت میں قسط وار پیش کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشائخ کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ (محمد ارمغان ارمانؔ)

....

عرصۂ دراز سے حضرت مرشدِ کریم زین الصوفیاء عارفِ وقت شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم کے اِرادت مند جناب قاری مزمل حسین غوری صاحب بندہ سے تقاضا کر رہے تھے کہ اگر حضرت والا ڈاکٹر صاحب مدظلہم کی شہر منڈی بہاء الدین تشریف آوری ہو جائے، تو احسانِ عظیم ہوگا اور اہلِ شہر بھی حضرت والا کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں گے۔ بندہ نے حضرت والا مدظلہم سے قاری صاحب کی یہ خواہش گوش گزار کی، تو حضرت نے ضعف و تکلیف کے باوجود شفقت فرماتے ہوئے ۶/صفر الخیر ۱۴۳۸ھ موافق ۷/نومبر ۲۰۱۶ء سوموار کی تاریخ مرحمت فرما دی۔

بندہ ۵/صفر بروز اتوار ایک بجے منڈی بہاء الدین کے لیے روانہ ہوا تاکہ پہلے حضرت کی قیام گاہ دیکھ لوں کہ حضرت کی راحت میں کمی نہ آئے۔ بعد مغرب پہنچا، قیام گاہ دیکھ کر اطمینان ہوا، رات قیام کرنے کے بعد اگلے دِن صبح لاہور کے لیے روانہ ہوا اور نمازِ ظہر سے قبل خانقاہ عالیہ پہنچ گیا۔ بندہ اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا کہ حضرت شیخ کی صحبت و معیت نصیب ہوگی۔ قبل ازیں یکم نومبر تا ۳ نومبر حضرت شیخ کی صحبت کی بہاریں سمیٹ کر آیا تھا' جب حلیم الامت مخدوم الملّت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کراچی سے اہلِ لاہور کی دعوت پر تشریف لائے ہوئے تھے۔

اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت وضرورت:

اپنے ایمان کی حفاظت اور تقویٰ کے حصول کے لیے اللہ والوں کی صحبت و معیت بہت ضروری ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ O

ترجمہ:''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو''۔

اور اگر کسی اللہ والے کی صحبت اختیار نہ کی، تو خطرہ ہے کہ نہ ایمان محفوظ رہے گا اور نہ تقویٰ۔ کیوں کہ دین کے نام پر چور، ڈاکو بھی پھرتے ہیں جو ہمارے ایمان کو خراب یا ہم سے تقویٰ کی دولت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ایمان وتقویٰ کی عظیم دولت کی حفاظت بھی ضروری ہے، اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی کسی سچے کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوجاؤ۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پر سو سو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

اللہ والوں کے ساتھ دو طریقے سے رہا جاتا ہے؛ ایک ساتھ ہے ظاہری اور دوسرا ساتھ ہے باطنی۔ظاہری تو یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھا جائے، ان کی مجالس میں شرکت کی جائے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بندہ کو اپنے شیخ کی صحبت میں، ان کی مجلس میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔اور باطنی ساتھ یہ ہے کہ ان کی رُوح کے ساتھ اپنی رُوح کو لگایا جائے، یعنی ان کے ساتھ رابطہ وتعلق پختہ اور مضبوط رکھا جائے۔کیوں کہ ظاہری طور پر اپنے شیخ کے ساتھ ہمیشہ رہنا مشکل ہے، بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں جنھیں ہر وقت اپنے شیخ کی صحبت ومعیت حاصل ہو، اکثر لوگ کئی دن، یا کئی ہفتے، یا کئی مہینے بعد شیخ کی زیارت وغیرہ کے لیے آتے ہیں اور پھر واپس لوٹ جاتے ہیں۔المختصر! جس اللہ والے سے قلبی مناسبت ہو، اس سے اصلاحی تعلق قائم کر لیجیے اور مضبوطی سے جڑ جایے۔

خانقاہ لاہور سے منڈی بہاء الدین روانگی:

تقریباً ایک بجے خانقاہ سے روانگی ہوئی۔حضرت شیخ مدظلہم کی معیت میں بندہ، جناب حاجی عبدالعزیز صاحب زید مجدہٗ، عزیزم حافظ شاہ زیب ندیم اور ڈرائیور عزیزم محمد وقاص سلّمہما (باقی صفحہ ۳۰ پر)